مدرسہ اینٹ و پتھر کا نام نہیں ہے

خطاب

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

(سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند و بانی و اولین صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

بموقعہ

سنگ بنیاد مکتب جامعہ اسلامیہ، چوک بازار بھٹکل، کرناٹک

بتاریخ ۳/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق نومبر ۱۹۷۶ء

مرتب و ناشر

مولانا محمد شفیع بھٹکلی قاسمی

مکتبہ قاسمی ،رضیۃ الابرار،سلمان آباد،بھٹکل(کرناٹک)

Maktaba Qasimi,Raziyatul Abrar,

SalmanAbad,Bhatkal-581320,Mob-9900794451

نام کتاب : مدرسہ اینٹ وپتھر کا نام نہیں ہے
خطاب : حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
مرتب وناشر : مولانا محمد شفیع بھٹکلی قاسمی
کمپوزنگ : محمد احمد، قاسمی کمپوٹر، سلمان آباد، بھٹکل
موبائیل 9739961051
طبع اول : ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء
تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰)
قیمت :
باہتمام : محمد احمد ابن مولانا محمد شفیع قاسمی

ملنے کا پتہ:

مکتبہ قاسمی ،رضیۃ الابرار ،سلمان آباد،بھٹکل

Maktaba Qasimi, Raziyatul Abrar,

Salman Abad,Bhatkal-581320,Mob-9900794451

فہرست

انبیاء کی بعثت کا مقصد ۱۰
انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی غرض دنیا میں آنے کی، تعلیم وتربیت ہے ۱۲
انسانیت نام ہے علم ومعرفت کا ۱۴
مدرسہ ایک سرچشمہ ہے علم کا ۱۵
ہر سو سال کے بعد مجدد پیدا ہونگے ۱۶
مدارس قائم رہیں گے قیامت تک، مٹنے والے نہیں ہیں ۱۶
اللہ کا شکر ہے کہ علم دین کی حفاظت کا ذریعہ ہمیں اور آپ کو بنایا ۱۷
دین باقی رہے گا، کبھی مٹنے والا نہیں ۱۸
علم دین کی حفاظت مسلمان نہ کریں گے، تو اللہ دوسروں سے کرائے گا ۱۹
مرکزیت علم منتقل ہوتی رہی ۱۹
مرکزیت، دیوبند منتقل ہوئی تو تقریباً دس ہزار علماء پیدا ہوئے ۲۰
مدرسہ نام ہے تعلیم کا، اینٹ وپتھر کا نام نہیں ہے ۲۰
سعادت مندی اسکی ہے جسکو دین کی حفاظت کا ذریعہ بنایا جائے ۲۱
پیدائشی طور پر انسان جاہل پیدا ہوتا ہے ۲۲
اللہ تعالیٰ جامعہ اسلامیہ کو نور کا منارہ بنائے ۲۴

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين.

امابعد! یہ رسالہ بنام ”مدرسہ اینٹ و پتھر کا نام نہیں ہے“ دراصل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلمانان بھٹکل (کرناٹک) سے تاریخی خطاب ہے، جو مکتب جامعہ اسلامیہ، چوک بازار، بھٹکل کی عمارت کے سنگ بنیاد کے موقعہ پر آج سے پینتیس سال قبل فرمایا تھا۔ اس وقت ملکی حالات بڑے سنگین تھے، ملک ایمرجنسی کے حالات سے گزر رہا تھا، حکومت مدارس اسلامیہ کی تجدید کاری اور مدارس کی آزادی کو سلب کرنے کا منصوبہ بنا رہی تھی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ جب بھٹکل تشریف لائے، تو کسی سائل نے حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا اگر مدارس اسلامیہ کی خودمختاری پر حکومت ہاتھ ڈالے تو کیا ہوگا؟ اس پس منظر میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخی اور الہامی خطاب فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند کے حالات نامرضیہ سے قبل یہ تقریر پیشن گوئی سمجھی جاسکتی ہے۔ اس تقریر کو ٹیپ ریکارڈ سے عزیزی فرزند محمد احمد سلمہ نے نقل کیا۔ افادہ عام کے خاطر اس تقریر کو شائع کیا جارہا ہے۔ استاذی حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی شخصیت اس صدی کی عبقری شخصیت تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جامع الکمالات بنایا تھا۔ معتدل قد، خوب صورت ونورانی چہرہ، شیریں زبان، حسین آواز، عاجزی وانکساری کے پیکر، علم کا دریا یعنی محدث، مفسر، فقیہ، حافظ، قاری، مؤرخ، شاعر، علم کلام وفلسفہ کے ماہر، شیخ طریقت، مقرر، مصنف، قائد ملت، منتظم ہرفن مولیٰ تھے۔ وسعت علمی ووسعت قلبی کے عظیم نمونہ تھے، جب بھٹکل تشریف لائے، تو انکی وسعت علمی اور وسعت قلبی کی ایک

مثال کہ آپ نے فجر کی نماز کی امامت فرمائی، تو آپ نے امام شافعیؒ کے مسلک کے تحت دعاء قنوت پڑھی، جب کسی حنفی نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ امام شافعیؒ جب امام ابوحنیفہؒ کے شہر گئے تو ادباً دعاء قنوت نہیں پڑھی، تو میں شوافع کی بستی میں دعاء قنوت پڑھوں تو میرا کیا قصور ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ کا مختصر، جامع ومانع تعارف مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب پرانے چراغ میں تحریر کیا ہے، آگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائے اور انکے مراتب کو بلند فرمائے۔

والسلام

طالب دعا محمد شفیع بھٹکلی قاسمی

رضیۃ الابرار، سلمان آباد، بھٹکل

۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۸/ مئی ۲۰۱۱ء

بروز بدھ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ،
مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی نظر میں

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی شخصیت زمانی رقبہ کے لحاظ سے بھی بہت وسیع اور جامع تھی، اور معنوی رقبہ کے لحاظ سے بھی، زمانی رقبہ تو ۸۸ سال کا ہے، جس میں سے ابتدائی زمانہ نکال دیا جائے تو بھی ۷۰ سال کے قریب ہوتے ہیں، معنوی رقبہ اس لئے وسیع ہے کہ علم وفضیلت، بصیرت، وسعت علم اور علم کی پختگی ورسوخ، خدمتِ دین اور اس کے ساتھ اصلاح ووعظ وارشاد، عوام سے رابطہ تربیت ودعوت، وبیعت وارشاد، ان سب پہلوؤں اور گوشوں پر ان کی زندگی محیط تھی، واقعہ یہ ہے کہ شاید کسی علمی ودینی شخصیت کو کم ایسی ہردل عزیزی، عام شہرت ومقبولیت، اور مختلف دینی اداروں اور جماعتوں کا اعتماد حاصل ہوا ہوگا، جو ان کو حاصل تھا، اس کے ساتھ انکو طویل عرصہ تک دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم وجلیل اور بین الاقوامی شہرت کے ادارہ کی خدمت اور ترقی کا موقعہ ملا، ان کی اس عام مقبولیت اور جامعیت اور ان کی ذات کے اختلاف سے بہت حد تک بالاتر ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت کے لئے روز اول سے انکی وفات کے دن تک ان سے زیادہ موزوں اور متفق علیہ صدر نظر نہیں آیا، اور وہ اس عہدہ پر باتفاق آراء اس کے قیام کے پہلے دن سے وفات تک صدر رہے۔

ان کو نبیرہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ہونے کی نسبت گرامی کا شرف حاصل تھا، اور وہ نصف صدی تک مسلسل اس مؤقر اور عظیم ادارہ کے منصب اہتمام پر فائز رہے، اور انکے دور اہتمام میں اس ادارہ نے ایسی ترقی کی جو اس کے ابتدائی دور کے دیکھنے والوں کے خواب وخیال میں بھی نہ تھی، انہوں نے

بڑے بحرانی موقعوں پر اس ادارہ کی حفاظت اور رہنمائی کی، انھوں نے اپنا نام اور زندگی اس ادارہ کے نام اور اس کی زندگی سے ایسی وابستہ کردی تھی کہ ان میں سے ایک کا تصور دوسرے کے ساتھ آتا تھا، کاش کہ وہ اس سے علیحدگی کا داغ اٹھائے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوتے۔

انسان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے خلاف سننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور سخت سے سخت بات برداشت کرے، راقم نے قاری صاحب کو اس معاملہ میں بہت عالی ظرفی اور قوی الارادہ پایا، واقفیت رکھنے والے پورے حلقہ میں یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ قاری صاحب نہایت کریم النفس، بڑے شیریں اخلاق، نرم خُو، نرم رَو اور نرم گفتگو تھے، اقبال نے جو کہا ہے۔

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو

یہ تعریف قاری صاحب پر صادق آتی ہے۔

قاری صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے دارالعلوم دیوبند کو ایک ہردل عزیز ادارہ بنادیا، اور دارالعلوم کو بغیر کسی اختلاف کے عوام سے متعارف کرایا، اور ان کا اس سے تعلق پیدا کیا، تقسیم سے پہلے تحتی براعظم کے دورے کئے، تقسیم کے بعد پاکستان بار بار گئے، جنوبی افریقہ کا دورہ کیا، انگلستان گئے اور آخر میں امریکہ گئے۔

قاری صاحب عوام کی اصلاح اور وعظ وارشاد میں شیخ وقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے اسلوب کے متبع تھے، حسن تقریر اور دعوتی واصلاحی رنگ ان کا امتیاز تھا، جس سے ہزاروں انسانوں کو فائدہ پہونچا، ہزاروں دلوں میں دین کے احترام کا جذبہ اور علماء کے متعلق حسن ظن پیدا ہوا، ایسا خوش بیان مقرر وواعظ، وسیع المعلومات اور نورانی شکل کا عالم مشکل سے دکھنے کو ملتا تھا، جس پر

پہلی نظر پڑتے ہی قلب شہادت دیتا کہ یہ فطرتاً معصوم ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں ضرر پہونچانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، ایسے بے ضرر انسان کی اس خوبی یا کمزوری سے لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور عزل ونصب کا بھی وہ نشانہ بن جاتا ہے۔

قاری صاحب نہایت متین وباوقار شخص اور تواضع واخلاق کا پیکر تھے، اسی کے ساتھ پُرشکوہ اور باوقار بھی، قاری صاحب ندوۃ العلماء کے بھی ایک مقتدر رکن تھے، اور اس کے کارکن اور ذمہ دار اُن کا بزرگوں کی طرح احترام کرتے تھے، آخری بار آپ اسلامک اسٹیڈیز کانفرنس میں شرکت کے لئے ندوہ آئے اور تقریر فرمائی، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا رکن ہونے کی بناپر بھی راقم کو قاری صاحب سے نیاز حاصل ہوتا رہا، اور ہم نشینی کا شرف، بعض مرتبہ ان کو سخت تبصرہ اور تنقید سننی پڑی اور انھوں نے عالی ظرفی اور کریم النفسی کے ساتھ اس کو برداشت کیا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک سخت جملہ انھوں نے سنا اور کچھ جواب نہیں دیا، اُن کے بعض اہلِ تعلق سے معلوم ہوا کہ اس کے صدمہ سے ان کو بخار آ گیا۔

قاری صاحب خانوادہ بانی دارالعلوم دیوبند کے چشم وچراغ تھے، اور راقم سطور حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جن سے مولانا نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ کا تعلق عقیدت کا نہیں بلکہ عشق کا تھا، اور اس کا اندازہ راقم سطور کے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی کتاب ''دہلی اور اس کے اطراف'' سے ہوسکتا ہے، جس میں مولانا نے اپنے دیوبند اور گنگوہ کی حاضری اور وہاں کے بزرگوں اور قابل احترام ہستیوں کے سید صاحب کے ساتھ اظہار عقیدت ومحبت کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، قاری صاحب سے وفات سے چند دن پہلے جب لکھنؤ میں ایک تقریب میں ملاقات ومصافحہ کا شرف حاصل ہوا، مصافحہ کرتے وقت فرمایا

کہ کچھ دن آپ کے ساتھ رائے بریلی رہنے کو جی چاہتا ہے۔ **وکفی بہ شرفاً.**

افسوس ہے کہ ۶؍شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء کو انھوں نے اس دنیائے فانی کو الوداع کہا، اور اپنے اسلاف کرام سے جاملے، جن کی خدمتِ دین اور اصلاح مسلمین کی یادگاریں ہندوستان بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔

(پرانے چراغ، ۳؍۱۴۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العامین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ أجمعین.

بزرگان محترم! آج ہمارے اورآپ کے لئے انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ جامعہ اسلامیہ کے ماتحت مکتب کی بنیاد رکھ رہے ہیں اوراس کا پہلا پتھر تو رکھ لیا اور تعمیر انشاءاللہ بنے گی، جس میں قرآن کی اوراس کے ذیل میں حدیث وفقہ کی تعلیم ہوگی اور علم دین سے مالامال ہونگے، انشاءاللہ۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت کی غرض تعلیم۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دنیا میں تشریف آوری کی دوغرض ارشادفرمائی۔ آپ نے فرمایا إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً[1] میں بھیجا ہی گیا ہوں معلم بنا کر، اسلامی تعلیم کے ذریعہ سے لوگوں کو علم سے آراستہ کروں، علم کی روشنی میں جائز وناجائز، حلال وحرام، روا، وناروا کی تمیز حاصل کروں۔ دوسری طرف فرمایا کہ بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ[2] میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ پاکیزہ اخلاق کومکمل کروں، اوراس کی تعلیم دوں۔ تو انبیاء السلام کی بعثت کے دومقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تعلیم اورایک تربیت۔ تعلیم کے ذریعہ سے علم پھیلتا ہے، اورتربیت کے ذریعہ سے اخلاق پھیلتے ہیں۔ اگرعلم بہت بڑھ جائے لیکن اخلاق صحیح نہ ہو، زہد کے بجائے خودغرضی ہو، اورتواضع کے بجائے تکبر ہو، اور استغناء کے بجائے حرص، حسد، لالچ ہو، علم بھی بیکار ہوجاتا ہے۔ اسلئے انبیاء السلام نے جہاں تعلیم دی، اورعلم سے

1 سنن ابن ماجه ۲۲۹، مسندالبزار ۲۴۵۸، مسندالطیالسی ۲۳۶۵

2 مستدرک حاکم ۴۲۲۱، قال حاکم هذاحدیث صحیح علی شرط مسلم وأقره الذهبی

آراستہ کیا، وہاں اخلاق کی تربیت بھی فرمائی، اوران کے قلوب کوآراستہ فرمایا۔ آپ کی مجلس مبارک میں ایک طرف تو آیات قرآنی اترتی تھی، اور جائز وناجائز کے مسائل بیان فرمائے جاتے، اوردوسری طرف آپ اپنے صحابہ کی نگرانی فرماتے تھے اخلاق کی، کس کے اخلاق بلند ہوگئے ہیں، اورکس کے نہیں ہوئے ہیں، راتوں کوآپ مکانوں میں دیکھتے تھے کہ صحابہ کی گھریلوں زندگی کیسی ہے۔ صحابہ حاضر ہوتے اوراپنے قلوب کا علاج کراتے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ بعض صحابہ حاضر ہوئے اورعرض کیا ہمارا ایمان باقی نہیں رہا، اور جب ایمان موجود نہیں توعمل بیکار ہے۔ عمل ایمان سے معتبر ہے۔ ایمان نہیں توعمل بیکار ہے۔ ہم سے ایمان اورعمل دونوں کا کارخانہ معطل ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ کیابات ہے۔ عرض کیا گیا کہ ایسے ایسے برے برے وساوس ہمارے دلوں میں آتے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ فرماؤ کیا وساوس ہیں۔ عرض کیا گیا کہ ہمارے دلوں میں خیالات کا ایک سلسلہ پیدا ہوتا ہے کہ زمین کس نے بنائی؟ جواب ملتا ہے کہ اللہ نے بنائی۔ آسمان کس نے بنائے؟ ذہن سے جواب ملتا ہے کہ اللہ نے بنائے۔ چاندسورج کس نے پیدا کئے؟ جواب ملتا ہے کہ خدانے پیدا کئے۔ اس سوال وجواب سے ہمارے ذہن میں یہ قاعدہ کلیہ جمتا ہے کہ ہرموجود کے لئے ایک موجد کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی بنی ہوئی چیز ہوگی، کوئی بنانے والاضرور ہوگا۔ جوموجود ہوگا اس کے لئے مُوجد ہوگا۔ اس مرحلہ پرآ کر ہمارے ذہن میں یہ وسوسہ آتا ہے کہ اللہ موجود ہے تو اس کو کس نے بنایا، ہرموجود کے لئے موجد کی ضرورت ہے، تو خدا کا بنانے والا کون ہے؟ اور جب یہ وسوسہ آ گیا تو ایمان باقی نہ رہا، اور جب ایمان باقی نہیں توعمل بیکار ہے، تو ہمارا ایمان اورعمل کا سب کارخانہ معطل ہو چکا ہے۔ یہ جو ہے روگ تو صحابہ نے پیش کیا، آپ نے پل بھر میں علاج فرمادیا۔ فرمایا یہ جووسوسہ

تمہارے ذہن میں آتا ہے، اسے تم برا سمجھتے ہو یا اچھا؟ عرض کیا گیا کہ اتنا برا جانتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا گوارا ہے لیکن یہ وسوسہ گوارا نہیں۔ آپ نے فرمایا ذاک صریح الإیمان[1] یہی تو ایمان ہے، ایمان ہی تو یہ باور کرا رہا ہے کہ یہ وسوسہ غلط ہے۔ اگر ایمان نہ ہوتا تو تم اس وسوسہ کو بھی برا نہ سمجھتے۔ کیسے تم نے سمجھ لیا کہ تم میں ایمان باقی نہیں رہا۔ یہ تو اہل ایمان کی دلیل ہے۔ ایک دم دروازہ کھل گیا۔ وہ جو وسوسہ جو رکاوٹ ڈال رکھی تھی سب رفع ہوگئی۔ ایمان بھی مضبوط ہو گیا، عمل بھی چل پڑا، سب کارخانہ بھی درست ہوگئے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کا تعلق جائز و ناجائز سے نہیں ہے۔ یہ قلبی روگ تھا، علاج فرمایا۔

انبیاء الصلاۃ السلام کی غرض دنیا میں آنے کی، تعلیم و تربیت ہے

ایک طرف آپ مسائل بیان فرماتے تھے جائز و ناجائز کے، اور ایک طرف دلوں کا علاج کرتے تھے کہ لوگوں کے دل درست رہیں، اخلاق درست رہیں، تو انبیاء کے بعثت کا مقصد ایک طرف تعلیم ہے، مسائل کا علم، اور دوسری طرف تربیت ہے کہ اخلاق درست ہوں، ایمان صحیح رہے، وسوسوں کا خیال نہ کرے، دلوں میں روگ باقی نہ رہے۔ اس طرح سے آپ اپنے صحابہ کی نگرانی فرماتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ آپ رات کو اٹھ کر صحابہ کے مکانوں میں چلے گئے کہ گھریلوں زندگی کیسی ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں کیا کام کر رہے ہیں۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان سے گزر

[1] صحیح مسلم ۳۵۷، سنن أبي داود ۵۱۱۳، السنن الکبری للنسائی ۱۰۴۲۶، الدعاء للطبرانی ۱۲۶۹

ہوا تو قرآن شریف پڑھ رہے تھے لیکن اتنا آہستہ آہستہ کہ کان لگا کر سننا بھی مشکل ہوتا، آپ آگے تشریف لے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان، وہ اتنا زور زور سے قرآن پڑھ رہے تھے کہ سارا محلّہ اٹھ جائے۔ صبح کو یہ دونوں حضرات حاضر ہوئے بارگاہ نبوت میں، تو آپ نے فرمایا اے ابو بکر! اتنا آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے کہ کان لگا کر سننا بھی مشکل تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس ذات کو سنا رہا تھا کہ وہ نہ بہری ہے، نہ اندھی، وہ سنتا ہے، بینا ہے، حاضر و ناظر ہے۔ مجھے چلانے کی کیا ضرورت تھی۔ میں اپنے پرور دگار کو سنا رہا تھا، وہ دلوں کی کھٹک کو جانتا ہے اور آواز کو بھی، تو مجھے آواز نکالنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اتنا چلا کر کیوں پڑھ رہے تھے۔ تو عرض کیا أُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ[1] میں سوتوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ اسلئے میں زور زور سے پڑھ رہا تھا کہ قرآن کے آواز سے سوتے ہوئے جاگ جائیں اور شیطان بھاگ جائے کہ وسوسہ نہ ڈالے۔ اسلئے زور زور سے پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر! تم ذرا آواز اونچی کر دو، اور اے عمر! تم ذرا آواز کو پست کر دو۔ تاکہ اعتدال پیدا ہو جائے۔ نہ بہت چلاؤ، نہ بالکل آہستہ پڑھو۔ تو ظاہر ہے یہ تو جائز و ناجائز کا مسئلہ نہیں تھا۔ زور سے پڑھنا بھی جائز، آہستہ پڑھنا بھی جائز۔ یہ اعتدال کا مسئلہ تھا۔ دل کا راستہ معتدل بن جائے۔ اخلاق میں معیانہ روی اور درمیانی راستہ کا عمل چل پڑے۔ تو ایک طرف آپ مسائل بتلاتے تھے، وہ تعلیم تھی، اور ایک طرف دلوں کا علاج کرتے تھے، وہ تربیت تھی۔ تو انبیاء الصلاۃ السلام کی غرض دنیا میں آنے کی تعلیم و تربیت ہے، تاکہ انسانوں میں انسانیت پیدا ہو، علم ہوگا تو آدمیت آئے گی۔ اخلاق ہوگا تو انسانیت پیدا ہوگی۔

[1] سنن أبي داود ۱۳۳۱، ۷۴۴، صحیح ابن خزیمہ ۱۱۶۱، صحیح ابن حبان ۷۳۳

انسانیت نام ہے علم ومعرفت کا

بداخلاق آدمی درحقیقت آدمیت کی صورت ہوتا ہے، آدمی نہیں ہوتا۔ اور بالکل ان پڑھ جاہل آدمی جسکو کوئی پتہ نہیں ایمان کا، تو اسکی صورت آدمی کی ہوتی ہے، وہ آدمی نہیں ہوتا۔ آدمیت نام اس صورت کا نہیں ہے دو آنکھیں ہو، ایک ناک ہو، دو کان ہو، یہ آدمی نہیں۔ آدمیت نام ہے اندرونی حقیقت کا، کہ اس میں علم ہو، اپنے مالک کو پہچانتا ہو، اس کے حقوق ادا کرے، اپنے انجام کی خبر رکھتا ہو، ایک دن اس دنیا سے گزرنا ہے، اپنے پروردگار کے سامنے جاکر جوابدہ ہونا ہے۔ یہ جب تک دل میں نہ ہو، وہ انسان نہیں ہے۔ تو آدمیت بنتی ہے علم سے اور اخلاق سے۔

مولانا (جلال الدین) رومیؒ نے کہا۔

گر بصورت آدمی انسان بُدے　　احمد و بوجہل ہم یکساں بُدے

اگر صورت سے آدمی انسان ہوتا تو ابوجہل اور محمد ﷺ بظاہر ایک تھے۔ تو صورت کے لحاظ سے دونوں میں ایکسانیت۔ مگر حقیقت دیکھو تو حضور کی حقیقت عرش تک پہنچی ہوئی ہے، اور ابوجہل کی حقیقت تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس میں کفر ہے، ایمان نہیں، اس میں جہالت ہے، علم نہیں، اس میں معرفت نہیں، تو اس میں انسانیت نہیں۔

انسانیت نام ہے علم کا، معرفت کا، اپنے انجام کو پہچاننے کا، حقوق کے ادا کرنے کا، اپنے مالک کے حقوق کو الگ ادا کرنا، اپنے گھر والوں کے حقوق کو الگ ادا کرنا، بیوی کے حقوق خاوند کو ادا کرنا اور خاوند کے حقوق بیوی کو ادا کرنا، بہنوں کے حقوق بہنوں کو ادا کرنا، پڑوسیوں کے حقوق پڑوسیوں کو ادا کرنا۔ جب تک اس میں علم نہیں، حقوق کی ادائیگی کیسے ہوگی۔ علم ہی بتائے گا کہ اللہ کا یہ حق ہے، بندہ کا یہ حق ہے،

باپ کا یہ حق ہے، استاذ کا یہ حق ہے، بیوی کا یہ حق ہے، شوہر کا یہ حق ہے، ان سب کی تفصیلات موجود ہیں۔ اور اسی کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔ تاکہ ادائیگی حقوق پر قادر ہو جائے آدمی۔ علم حاصل کرے حقوق کا، جیسا کہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا۔ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَأَفْطِر[1] تم پر تمہاری نفس کا بھی حق ہے، تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، تم پر تمہارے باپ کا بھی حق ہے، تم پر تمہارے خدا کا بھی حق ہے، روزہ بھی رکھو تاکہ خدا حق ادا ہو، شادی بھی کرو، تاکہ نفس کا حق ادا ہو، مسجد میں بھی جاؤ، تاکہ عبادت کا حق ادا ہو، گھر میں آرام بھی کرو تاکہ اپنی راحت کا بھی حق ادا ہو۔ ان سارے حقوق کو ادا کرنے کا نام ہے اسلام، اور یہ موقوف ہے علم پر، علم نہ ہوگا تو ہمیں ہمارے حقوق کا پتا نہ چلے گا۔ اور اسکی ادائیگی کیسے کریں گے، اور جب حق ادا نہیں کریں گے تو ہمارے اخلاق کیسے درست ہونگے، ہمارا علم کیسے کھلے گا۔

مدرسہ ایک سرچشمہ ہے علم کا

تو حق تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے بھٹکل والوں کو توفیق دی کہ اول تو جامعہ قائم کیا، وہ ایک سرچشمہ ہے علم کا، چودھا پندرہ سال پڑھتے جایئے اور جو پڑھے گا، وہ انشاء اللہ پھیلتا جائے گا۔ بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں بچارے سادہ لوحی سے، کہ یہ مدارس وغیرہ اول تو بیکار ہیں اور دوسرے چندروزہ ہیں مٹ جائیں گے، لہٰذا دوسری تعلیم کی طرف توجہ کرو، اسے پھیلاؤ، اسے اپناؤ۔ یہ سادہ لوحی کی بات ہے۔

[1] صحیح بخاری ۱۶۳۴، صحیح مسلم ۲۷۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی ۲۹۳۵،

ہر سو سال کے بعد مجدد پیدا ہونگے

اسلئے کہ جس چیز کی بقاء کا وعدہ لیا ہے اللہ نے وہ دین ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ **إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا**[1] ہر سو برس کے بعد اس امت میں مجدد پیدا ہونگے۔ جو دین کی چیزوں کو نکھار کر صاف کریں گے۔ اگر بدعات ورسوم بڑھ گئی ہونگی، تو علم کی روشنی سے اس کا پردہ چاک کریں گے، جو جاہلانہ تاویلیں کی گئی ہیں، ان تاویلوں کا پردہ چاک کر کے حقیقت حال ظاہر کریں گے۔ **يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ، وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ**[2] وعدہ کیا گیا ہے کہ سلف کے بعد خلف پیدا کرتے رہیں گے قیامت تک، اور علم حاصل کریں گے وہ سلف کا، اور اس علم کی روشنی سے، جو جاہلانہ تاویلات ہیں، انکا پردہ چاک کریں گے، جو لوگوں نے دروغ باغیاں کی ہے دین میں اس کو کھول دیں گے۔ اور جو انتہائی دروغ باغیاں کی ہیں وہ کھل جائیں گی۔ تو ہر صدی پر وعدہ کیا گیا ہے مجدد کا، کہ دین نکھرتا رہے، اور ایک صدی کے اندر وعدہ کیا گیا ہے کہ سلف کے بعد خلف پیدا ہوتے رہیں گے۔

مدارس قائم رہیں گے قیامت تک، مٹنے والے نہیں ہیں

تو بقاء کا وعدہ تو درحقیقت علم و دین کا ہے۔ اور علم دین ہی تو یہ مدارس قائم کر رہے ہیں۔ تو مدارس کا وعدہ ہے وہ قائم رہیں گے قیامت تک، مٹنے والے نہیں۔ تیرہ سو برس میں ہزاروں سعیں ہوئیں کہ ان مدارس کو ختم کر دیا جائے۔ بہت سے ملحد کھڑے ہو گئے، بہت سے منافق کھڑے ہوئے، لیکن آج ان کا پتہ نہیں ہے، مدارس اسی طرح

[1] سنن أبی داود ۴۲۹۱ [2] مشکاۃ المصابیح ۲۴۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی ۳۸۸۴

سے موجود، علم دین کا سلسلہ اسی طرح سے جاری، تو جس چیز کی بقاء کا وعدہ کیا گیا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ اس کا باقی رہنا ضروری نہیں، اور جس کے باقی رکھنے کا کوئی وعدہ نہیں، اسے کہتے ہیں کہ باقی رہے گا۔ یہ تو الٹا قصہ ہو گیا۔ جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے، وہ چیز نہیں مٹ سکتی۔ اللہ ہی نے وعدہ کیا ہے۔ **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ** ہم نے ہی یہ قرآن اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ یہ دین آخری دین تھا، کتاب قرآن آخری کتاب تھی، پیغمبر آخری پیغمبر تھے، شریعت آخری شریعت تھی۔ اگر یہ ہماری سپرد کر دی جاتی، تو اس کا وہی حشر ہوتا، جو توراۃ و انجیل کا ہوا، اسلئے اللہ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی، ہم نے ہی اتارا ہے قرآن، اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ علم دین کی حفاظت کا ذریعہ ہمیں اور آپ کو بنایا

اور وہ حفاظت خداوندی آپ کے اور میرے ہی ذریعہ ہوگی، دنیا میں قدرت ہی کام کرتی ہے، مگر اسباب کے ذریعہ سے کرتی ہے۔ پیدا کرتی ہے انسان کو قدرت، مگر سبب بن جاتے ہیں ماں باپ۔ پیدا کرتی ہے دانہ کو زمین میں قدرت خداوندی، سبب بنا دیا جاتا ہے کاشتکار کو کہ وہ بیج ڈالے، تو کاشتکار خالق نہیں ہے دانہ کے، ماں باپ خالق نہیں ہے اولاد کے، خالق ایک ہے، لیکن اسکی تخلیق ظاہر ہوتی ہے اسباب کے ذریعہ، مرد عورت ملتے ہیں، اولاد پیدا ہوتی ہے۔ کاشتکار بیج ڈالتا ہے تو کھیتی اگ آتی ہے، اگانے والا وہ ہے، سبب بنا دیا کاشتکار کو۔ پیدا کرنے والا وہ ہے، سبب بنا دیا مرد وعورت کے ملنے کو۔ اسی طرح سے قرآن کی اور حدیث کی، اور دین کی حفاظت کرنے والے حق تعالیٰ ہیں کہ وعدہ کیا ہے انہوں نے، لیکن ذریعہ اس کا میں اور آپ بنیں گے۔ اسباب کے ذریعہ سے حفاظت کر دی۔ دیکھئے خدا کی قدرت ہے۔ اگر پڑھے ہوئے

لوگ قرآن حفظ کیا کرتے ،تومشہور یہ ہوتا کہ اس پڑھے ہووں نے سوچ سمجھ کرحفاظت کی ہے،خدا کی حفاظت سامنے نہ آتی ،چھوٹے چھوٹے بچوں کے دلوں میں جذبہ ڈالا کہ وہ قرآن حفظ کریں،جنہیں نہ یہ خبر ہے کہ قرآن کیا چیز ہے، اس میں کیا لکھاہے،کیااس کے معنی ہیں۔ چھ چھ سات سات برس کے بچے حافظ بن رہے ہیں،تو کہا جائے گا کہ یہ خدا کی حفاظت ہے،توان بچوں کی طرف حفاظت منسوب نہ ہوگی کہ وہ سمجھتے ہی نہیں ہے کہ قرآن کیا ہے،تواللہ کی قدرت ہے کہ پڑھے پڑھوں کو مکتب میں نہیں بٹھلایا،بچوں کولا کے بٹھلایا،تا کہ اس کی حفاظت نمایاں ہو،کہ وہ ہے حفاظت کرنے والا،بچوں کوکوئی خبرنہیں۔

دین باقی رہے گا،کبھی مٹنے والانہیں

دین باقی رہے گا کبھی مٹنے والانہیں،اگر ہزارفرقے بھی پیداہوں، ہزار منافق بھی پیداہوں،تووعدہ ہے حدیث کا۔لَاتَجْتَمِعُ أُمَّتِی عَلَی ضَلَالَةٍ[1] میری امت ساری کی ساری مل کرکبھی گمراہ نہیں ہوگی۔لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِی عَلَی الْحَقِّ مَنْصُوْرِیْنَ، لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ،(وَلَایَضُرُّهُمْ مَنْ یَخْذُلُهُمْ) حَتَّی یَأْتِیَ أَمْرُاللهِ[2] فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی،وہ وہی باتیں کہے گی جواللہ کے رسول نے کہی ہیں،وہی عمل کرکے دکھلائے گی جواللہ کے رسول نے عمل کرکے دکھلایا،نہ ان کورسواء کرنے والا رسواء کرسکے گا،نہ ان کا خلاف کرنے والاان کو پست کرسکے گا۔اسلئے کہ وہ حفاظت خداوندی میں ہونگے۔

---

[1] سنن ترمذی۲۱۶۷،المعجم الکبیر للطبرانی۱۳۴۴۸،مجمع الزوائد۹۱۰۰

[2] سنن ترمذی۲۲۲۹،مسنداحمد۲۲۴۴۸،قال الترمذی حدیث حسن صحیح

اللہ کی حفاظت سے حافظ بن گئے ہیں،خود سے نہیں،اوروہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ اسلئے آپ یقین رکھئے کہ مدارس بھی باقی رہیں گے،علم دین بھی باقی رہے گا۔ہاں خدانہ خواستہ ہماری بدعملی سے یہاں نہ رہے،تو یہ ضروری نہیں کہ دنیا سے مٹ جائے، وہ ہماری بدقسمتی ہوگی کہ ہم اپنی بدعملی سے کھودیں کسی نعمت،لیکن نعمت زائل نہیں ہوگی۔

علم دین کی حفاظت مسلمان نہ کریں گے، تو اللہ دوسروں سے کرائے گا

آپ نہیں کریں گے تو دوسرے کھڑے ہوکر کریں گے،حتی کہ یہاں تک قرآن کریم نے فرمادیا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُونُوا أَمْثَالَکُمْ اگرتم سارے مسلمان مل کرہٹ جاؤاس دین سے،اوراس کی حفاظت نہ کرو،تو غیروں کولا کراللہ کھڑا کرے گا،اوران کے ذریعہ سے حفاظت کرائے گا۔تم محروم رہ جاؤگے،مگردین ہرصورت باقی رہے گا،تو آپ نہ کریں گےتو وہ کرے گا، اوروہ نہ کرے گا تو کوئی اور کھڑا ہوگا۔دین اورمسائل دین مٹنے والے نہیں ہے،میرا اورآپ کا مٹ جانا ممکن ہے،مگر ہمارا مٹنا کوئی دین کا مٹنا نہیں ہے۔لاکھ مٹ گئے اب تک۔کتنے افرادمٹ گئے،دین اسی طرح قائم ہے۔اسلئے آپ اللہ کے وعدہ پر یقین کرے کہ دین بھی قائم رہے گا،یہ مدارس بھی قائم رہیں گے،اور چلتے رہیں گے۔

مرکزیت علم منتقل ہوتی رہی

یہ سب حکمت خداوندی ہے کہ علم کے لئے زمین کے کسی خطہ کو خاص نہ کیا، بہت سے خطوں میں مرکزیت آئی،اورعلم پھیلا۔سب سے اول حضور کی بعثت کے بعد علم کا مرکز بنا مکہ مکرمہ،توعلماء ابھرے وہاں سے،اس کے بعد آپ کی تشریف آوری

مدینہ میں ہوئی، قیام مدینہ منورہ میں ہوا، تو مدینہ علم کا مرکز بن گیا، اسکے بعد خلافت منتقل ہوگئی خراسان اور بغداد کی طرف، تو بغداد علم کا مرکز بن گیا، لاکھوں علماء پیدا ہوئے، وہاں سے منتقل ہوئی خلافت تو اندلس میں پہنچ گئی، تو اندلس اور فلسطین میں بڑے بڑے اکابر علماء پیدا ہوئے، وہاں سے منتقل ہوئی تو ایران اور افغانستان میں آئی، بلخ، بخارا، ایران مرکز بن گئے علم کے، وہاں سے علم منتقل ہو کر مرکزیت دہلی میں آئی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ جو مرکز بن گئے، دہلی علماء کا مرکز رہا، لاکھوں علماء تیار ہوئے۔

مرکزیت دیوبند منتقل ہوئی تو تقریباً دس ہزار علماء پیدا ہوئے

وہاں سے منتقل ہوگئی مرکزیت دیوبند میں، تو سو برس کے اندر دس ہزار کے قریب علماء دیوبند نے پیدا کردئے، اور اگر وہاں سے بھی منتقل ہوجائے تو اور خطہ بنے کا مرکز، مگر مرکز ضرور رہے گا، جس سے علم پھیلے، شریعت جاری ہو، اور دین باقی رہے، اس واسطہ یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے کہ دین مٹنے والا ہے، مدارس کیلئے بقاء نہیں۔

مدرسہ نام ہے تعلیم کا، اینٹ و پتھر کا نام نہیں ہے

مدرسہ نام اینٹ و پتھر کا نہیں ہوتا، مدرسہ نام ہے تعلیم کا، اگر بالفرض کوئی مدرسہ سے علماء کو نکال باہر کرے، اور تالا ڈال دیں، تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں گے، وہی مدرسہ بن جائے گا، جس درخت کے نیچے بیٹھ کر تعلیم دیں گے وہی مدرسہ بن جائے گا، تو مدرسہ نام ہے تعلیم کا، اینٹ و پتھر کا نام نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ جاری رہے گا، تو دین مٹنے والا نہیں، علم دین بھی مٹنے والا نہیں۔ یہ تو آگے تک جائے گا۔ دنیا ہے مٹنے والی، چند دن میں ختم ہوجائے گی، آگے اس کا کوئی وجود نہیں، لیکن دین قیامت تک موجود،

قیامت کے بعد بھی موجود ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو حق تعالیٰ فرمائیں گے رَتِّلْ وَارْتَقِ[1] تلاوت کرتے جاؤ اور جائداد کماتے جاؤ۔ بعد میں قرآن ترقی جائداد کا سبب بنے گا اور قرآن کے ذریعہ سے وہاں پر جائداد کمائیں گے۔ دین تو قیامت تک ختم ہونے والا نہیں، وہ تو آگے جانے والا ہے، یہ ابد تک باقی رہنے والی چیز ہے۔ اس کو کوئی مٹانے کی فکر کرے گا، وہ خود مٹے گا، دین تو رہے گا اللہ کا باقی، تو میرا مطلب یہ ہے کہ اس پر آپ مطمئن رہئے اور یقین رکھئے اللہ کے وعدہ پر کہ دین بھی باقی رہے گا، اور علم دین بھی باقی رہے گا۔

سعادت مندی اسکی ہے جسکو دین کی حفاظت کا ذریعہ بنایا جائے

سعادت اسکی ہوگی جو اسکا ذریعہ بن جائے۔ جو بنے گا اس کے لئے اجر ہے، جو نہ بنے گا وہ محروم رہ جائے گا، دوسرے بنیں گے، دوسرے کھڑے ہونگے، سلسلہ بہر حال جاری رہے گا تو یہ حق تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس سلسلہ کو آپ کے ہاتھوں جاری کرایا۔ چودہ پندرہ سال پہلے جامعہ قائم کرایا آپ کے ہاتھوں سے، آج چودہ برس کے بعد مکتب قائم کررہے ہیں، پھر اس کے بعد معلوم نہیں کہ کتنے مکتب آپ قائم کریں گے، یہ تو آپ کے ہاتھ میں اللہ نے سعادت رکھی ہے، تاکہ آپ اجر کما سکیں، یہ خیال نہ کیجئے کہ ہم پر موقوف ہے دین کا باقی رکھنا، دین از خود باقی رہے گا، سعادت مندی ہے اسکی ہے جسکو ذریعہ بنایا جائے، جسکو وسیلہ بنایا جائے، اور اجر دیا جائے۔ تو ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں، بڑے صدقہ جاریہ کو آپ نے سنبھالا ہے، جو ابد تک چلنے والا ہے، اور اسی واسطے احادیث میں فرمایا گیا کہ

---

[1] سنن أبی داود ۱۴۶۶، سنن ترمذی ۲۹۱۴، سنن الکبری للنسائی ۸۰۰۲

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ[1] عالم کی فضیلت عبادت کرنے والے پر ایسی ہے، جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنا آدمی کے اوپر ہے۔اس وسطے کہ علم آگے چلنے والی چیز ہے، عبادت موت تک ختم ہونے والی ہے، عابد لاکھوں سجدے کرتا ہے تا کہ اپنی ذات کو بچالے، اور راحت ونعمت مل جائے، تو وہ اپنی ذات کے لئے کرتا ہے، اور عالم چاہتا ہے کہ دنیا ساری جاگ جائے، روشنی پھیلے، نجات پاجائے۔تو علم آگے بڑھنے والی چیز ہے، اور عبادت ایک حدتک ختم ہونے والی چیز ہے۔ایک وجہ یہ کہ علم ہے اللہ کی صفت، اور عبادت ہے بندوں کی صفت، حق تعالیٰ عبادت سے بری ہے، بندہ کا کام ہے کہ عبادت کرے، علم پڑھانے والا اللہ تعالیٰ کا نائب اور قائم مقام ہے، جو اسکی صفت کو دنیا میں پھیلا رہا ہے۔

پیدائشی طور پر انسان جاہل پیدا ہوتا ہے

ہماری اور آپ کی ذات میں کوئی علم اور کوئی کمال نہیں۔آدمی کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو کوئی ہنر ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا، نہ وہ سمجھتا ہے اچھے کی تمیز اور نہ برے کی تمیز، جس کو قرآن کریم میں فرمایا گیا۔وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ أُمَّهَاتِكُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا، اس حالت میں کہ تم ذرا برابر علم اور کمال نہیں رکھتے تھے۔البتہ صلاحتیں رکھیں، آنکھ رکھی، کان رکھے، سن سن کر علم حاصل کرو، دیکھ دیکھ کر علم حاصل کرو، خود دل میں فکر کر کے علم حاصل کرو۔صلاحتیں رکھ دیں، مگر علم لے کر نہیں آئے، تو معلوم ہوا کہ پیدائشی طور پر انسان جاہل پیدا ہوتا ہے۔

[1] سنن ترمذی ۲۶۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی ۷۸۳۶، قال الترمذی حسن صحیح

اس میں کوئی علم نہیں ہوتا۔اگر جاہل پیدا نہ ہوتا، تو ان مدارس کی کیا ضرورت تھی، جب ماں کے پیٹ سے علماء پیدا ہوا کرتے ہیں تو آج نہ ان مدرسوں کی ضرورت تھی، نہ خانقاہوں کی۔مدارس قائم کرنا خود اسکی دلیل ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں کورا ہوں، کچھ علم حاصل کرلوں۔تو پیدائشی طور پر اللہ نے بتلایا کہ انسان جاہل پیدا ہوتا ہے، اس میں علم نہیں ہوتا۔اور جب جاتا ہے دنیا سے ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنْكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا آخر میں ہم تمہیں ایسی رذیل عمر کی طرف لوٹا لیتے ہیں، نویں برس کے ہو گئے، سو برس کے ہو گئے، تو رفتہ رفتہ سارا علم ختم ہو جائیگا۔آج سننے کی قوت جاتی رہی، تو سننے سے محروم ہو گیا۔آج بینائی کمزور ہو گئی، جو دیکھ کر علم حاصل کرتا تھا، وہ ختم ہو گیا۔دل ضعیف ہو گیا، تو سوچ بوجھ کی کمی ہو گئی، تو وہ علم بھی ختم ہو گیا، اور یہ سب راستہ بند ہو گئے، اور پچھلا علم محفوظ تھا قوت حافظہ میں، ضعف کی وجہ سے حافظہ بھی کمزور ہوا، بھول چوک غالب آئی، تو پچھلا علم بھی رخصت ہو گیا، اب کوئی راسطہ باقی نہ رہا۔کیسے کورے آئے تھے دنیا میں، ایسے ہی کورے چلے گئے۔بتلا دیا حق تعالیٰ نے کہ علم تمہاری چیز نہیں، ہماری چیز ہے، جب چاہے ہم ڈال دیں، اور جب چاہے ہم نکال دیں۔تم غرہ مت کرو کہ تم عالم ہو علم میں، علم ہمارا ہے۔تو علم حق تعالیٰ کی صفت ہے، اور اللہ کی صفت مٹنے والی نہیں ہے، ابدی ہے، ازلی ہے، اسلئے علم کبھی نہیں مٹے گا۔عبادت ختم ہو سکتی ہے، آدمی ختم ہو جائیگا ایک دن۔تو عابد اپنی فکر کرتا ہے اور عالم دنیا کی فکر کرتا ہے، اس واسطہ اس کی فضیلت بیان کی گئی عابد کے اوپر۔غرض علم متعدی چیز ہے، ایک سے دوسرے کو، دوسرے سے تیسرے کو، تیسرے سے چوتھے کو پہنچتا ہے۔حضور سے علم چلا تو آج تک آرہا ہے، مختلف راستوں سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچ گیا، لیکن بڑے بڑے اکابر

نے عبادت کی، وہ عبادت ہم تک نہیں پہنچی، وہ تو ان کی ذات کے ساتھ رہ گئی اور ان کی ذات کے ساتھ چلے گئی آخرت میں، مگر علم انکا دنیا میں موجود ہے، تو علم باقی رہنے والی چیز ہے، ختم ہونے والی نہیں۔

اللہ تعالیٰ جامعہ اسلامیہ کو نور کا منارہ بنائے

اسلئے آپ نے ہاتھ ڈالا ہے ایسی نعمت پر کہ وہ تو ابد الآباد تک چلے گی، چھوٹی موٹی نعمت نہیں اٹھائی آپ نے، بڑی نعمت کو اٹھایا ہے اور وہ علم کی نعمت ہے۔ آپ کو یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہے، حق تعالیٰ کی طرف سے تبشیر ہے کہ آپ نے بڑی نعمت کو سنبھالا اور بڑی نعمت کا ذریعہ بنے، اور وہ ذریعہ بنے گی نزول برکات کا، اللہ کی طرف سے عظمتیں اترے گی، ساری بستی مستفید ہوگی، ان الفاظ کے ساتھ میں آپ حضرات کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتا ہوں، حق تعالیٰ شانہ اس مکتب کو جلد سے جلد مکمل فرمائے اور جامعہ کے بارے میں بھی جو بنانے والوں کے منصوبہ ہیں اللہ تعالیٰ انکو تکمیل تک پہنچائے، یہ ایک روشن منارہ بن جائے، جو پورے علاقہ کو نور پہنچائے علم کا۔

اللّٰهم زدنا ولا تنقصنا، وأكرمنا ولا تهنا، وأعطنا ولا تحرمنا، وآثرنا ولا تؤثر علينا، وأرضنا وأرض عنا. اللّٰهم توفنا مسلمين، وألحقنا بالصالحين، غير خزايا ولا مفتونين. وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين برحمتك ياارحم الراحمين.

ہماری شائع کردہ کتابیں

تراویح سنت کے مطابق پڑھئے

اس کتاب میں تراویح کی بیس (۲۰) رکعات، نماز کا مکمل طریقہ، نماز کے مکروہات اور بعض ضروری مسائل احادیث کی روشنی بیان کئے گئے ہیں۔

یادِ ابرار

یہ کتاب حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کی مختصر حالات زندگی مع فہرست خلفاء پر مشتمل ہے۔

رمضان کی دو اہم عبادتیں

اس کتاب میں روزہ اور تراویح کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

جائزہ پر جائزہ

بیس رکعات کے خلاف سلفی عالم کی لکھی گئی کتاب کا جواب

زندگی کی کچھ یادیں (غیر مطبوعہ)

اس کتاب میں والد محترم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قاسمی مدظلہ نے اپنی زندگی کے کچھ یادیں اور اہم واقعات تحریر کئے ہیں۔ ابھی شائع نہیں ہوئی ہے، انشاء اللہ شائع کر دی جائی گی۔

مسافت قصر پر ایک نظر (زیر طبع)

اس رسالہ میں مسافت قصر پر احادیث وفقہاء کے اقوال کی روشنی میں بحث کی گئی ہے کہ قصر کی مسافت کم از کم 175 کلومیٹر ہے۔